کوئی بتا سکتا ہے کہ رحم مادر میں کیا ہے؟

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی

(بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

شعبۂ تحقیق واشاعت
Jamia Islamia Maseehul Uloom, Bangalore
K.S. Halli, Post Kannur Village, Bidara Halli Hobli, Bagalur Main Road, Bangalore - 562149
H.O # 54, Armstrong Road, Mohalla Bakshwadi, Bharthi Nagar, Bangalore - 560 001
Mobile : 9916510036 / 9845701512 / 9845708149

فہرست کوئی بتا سکتا ہے کہ رحمِ مادر میں کیا ہے؟

حرفِ آغاز 2
تمہید 3
آیت کریمہ کی تفسیر و توضیح 7
آیت کریمہ کا شان نزول 7
آیت میں حصر کا مفہوم 9
احادیثِ تفسیریہ 10
رجوع بمقصد 11
علم سے کونسا علم مراد ہے 11
مراد علم غیب اور علم محیط ہے 12
آمدم بر سر مطلب 13
علم غیب کی حقیقت 13
ڈاکٹروں کا علم، علم غیب نہیں 16
حضرات انبیاء عالم الغیب نہیں 16
غیر اللہ کو مافی الارحام کا علم عطا ہو سکتا ہے 18
ایک شبہ کا جواب 19
ڈاکٹروں کا علم محیط نہیں 22
ایک سوال کا جواب 25
مرزا حیرت دہلوی پر نقد 27
خلاصہ کلام 29

کوئی بتا سکتا ہے کہ رحمِ مادر میں کیا ہے؟

قرآن اور سائنس کے ایک تنازعہ کا حل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

حامداً و مصلیًا. امابعد، زیرنظر رسالہ دراصل ایک مضمون کی شکل میں لکھا گیا تھا، جو ہفتہ وار اخبار ’’عروجِ ہند بنگلور‘‘ میں ’’کیا ڈاکٹر بتا سکتے ہیں کہ رحم مادر میں کیا ہے‘‘ کے عنوان سے بالاقساط شائع ہوا۔ مضمون کی اہمیت کے پیش نظر خیال تھا کہ اس کو مستقل رسالہ کی شکل میں شائع ہونا چاہئے پھر بعض حضرات نے خطوط لکھ کر اس پر متوجہ کیا تو اس خیال کو اور تقویت ہوئی اور اس کا مصمم ارادہ ہوگیا، پھر کچھ اضافے کے ساتھ اس کو مرتب کیا گیا، اور رسالہ کی شکل دی گئی۔

اس رسالہ میں ان عربی عبارتوں کو بھی بعینہ شامل کرلیا گیا ہے، جو اصلی مضمون میں بقصد اختصار حذف کردی گئی تھیں اور صرف ان کے ترجمہ پر اکتفا کیا گیا تھا، اور بعض علماء کا کلام جو اصل مضمون میں نہیں لیا گیا تھا، اس کو بھی اس میں شامل کرلیا گیا ہے۔

مصنف کو اس رسالہ کو پیش کرتے ہوئے نہایت ہی خوشی محسوس ہورہی ہے، اس لیے کہ یہ قرآن کی تفسیر وتوضیح کے سلسلے کی ایک کڑی ہے، جس سے قرآن کی صداقت کو آشکارا کیا گیا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو مقبولیت سے نوازے۔

فقط

محمد شعیب اللہ

۸/ جمادی الاخری ۱۴۰۸ھ

تمہید

سائنس جوں جوں ترقی کی راہیں طے کرتی جارہی ہے، لوگوں کی ذہنیت ہزار ہا قسم کے شکوک وشبہات کے زہر سے آلودہ ومسموم ہوتی جارہی ہے۔ اس نے جہاں بہت سے لاینحل مسائل کا حل پیش کیا۔ وہیں قرآن واسلام کے متعلق بہت سے مسائل پیدا کردیئے ہیں جس سے بہت سے لوگوں کے عقیدے متزلزل ہوتے جارہے ہیں۔

واقعی اس میں شک نہیں کہ موجودہ دور لوگوں کے لیے نہایت ہی ابتلاء وآزمائش کا دور ہے۔ غالبًا حضرت محمد ﷺ نے اسی دور کے متعلق یہ فرمایا تھا کہ ’’ایک زمانہ لوگوں پر ایسا آئے گا جس میں دین پر قائم رہنے والا اس آدمی کے مانند ہوگا جس نے اپنی مٹھی میں انگارا لے لیا ہو‘‘۔ (۱)

اور ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ’’اعمال میں جلدی کروان فتنوں کے پیش آنے سے پہلے جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے۔ آدمی صبح ایمان کی حالت میں اٹھے گا اور شام کو کافر ہوجائے گا اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر ہوجائے گا۔ (۲)

اور غالبًا اسی زمانہ کے بارے میں یہ بھی فرمایا ہے کہ ’’عنقریب فتنوں کا ظہور ہوگا ان میں بیٹھنے والا، کھڑے ہونے والے سے، اور کھڑا ہونے والا، چلنے والے سے، اور چلنے والا، دوڑنے والے سے بہتر ہوگا‘‘۔ (۳)

چنانچہ منجملہ ان امور کے جن میں ترقی سے بہت سے لوگ شبہات کے دلدل

---

(۱) ترمذی:۲۱۸۶ (۲) مسلم:۳۸۹/۲ (۳) مسلم:۳۸۹/۲

میں پھنسے ہوئے ہیں ، ایک یہ بھی ہے کہ حاملہ کہ رحم میں لڑکا یا لڑکی ہونے کی ، بعض آلات واسباب کے ذریعہ تشخیص وتعیین کی جارہی ہے۔ چنانچہ کئی لوگوں کو اس کا تجربہ ہوا ہے کہ اطباء اور ڈاکٹروں نے جس بات کی خبر دی ہے ، وہ سچی ثابت ہوئی ، اس سے بعض لوگوں کو یہ شبہ دامن گیر ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کے علم کو کہ رحم مادر میں کیا ہے ، اپنی ذات کے ساتھ خاص قرار دیا ہے ، جیسا کہ سورۂ لقمان کی آخری آیت کریمہ میں ہے ، تو پھر بتانے والے کیسے بتادیتے ہیں کہ رحم مادر میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ اور یہ بھی نہیں کہ محض اٹکل واندازہ سے بتادیتے ہوں ، بلکہ بعض آلات واسباب جدیدہ نے اس قدر آسانیاں اور سہولتیں بہم پہنچادی ہیں کہ حقیقت واقعہ کا صاف انکشاف ہوجاتا ہے اور بلاتردد وتذبذب وہ اس بات کو جان لیتے اور اور اس کی خبر دیتے ہیں کہ رحم مادر میں کیا ہے اور وہ خبر بالکل صحیح نکلتی ہے۔

اس موقعہ پر اس سے متاثر ہونے والوں کی دو متضاد قسمیں سامنے آتی ہیں ، ایک وہ جسے قرآن وصاحب قرآن کی عظمت وبڑائی کا احساس ہے ، جس کا ایمان بڑا مضبوط اور راسخ ہے۔ جس کا قلب اللہ ورسول کی صداقت کا معترف ہے ، ایسے لوگوں کو اس وقت نہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی صداقت میں شبہ ہوتا ہے ، نہ ان کے ایمان میں تزلزل واقع ہوتا ہے ، یہ حضرات جن کے نفوس ایمان کی دولت سے مالا مال ہیں ، جس طرح پہلے اللہ ورسول کی صداقت اور ان کی باتوں کی حقانیت کے معترف ومقرّ تھے ، اب بھی ایمان واطمینان رکھتے ہیں۔

ہاں البتہ ان لوگوں کو کچھ اشکال ہوتا ہے تو یہ کہ ہمارے معلومات اور اللہ کے کلام میں جو ٹکراؤ معلوم ہو رہا ہے وہ کیوں؟ قرآن کی آیت تو اپنی جگہ اٹل ہے ، اس کا حرف حرف صداقت کا حامل ہے ، اس کی کوئی بات جھوٹی اور خلاف واقعہ نہیں ہوسکتی ، تو پھر ہمارے علم کا اس سے ٹکراؤ کیوں ہوا؟ کیا ہمیں غلط خبر ملی ہے یا ہم نے

غلط سنا ہے؟ یا آیت کا مطلب ہم نے غلط سمجھا ہے، بالفاظ دیگر وہ ہر غلطی کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں، یاد رہے کہ یہ وہی شبہ ہے جو ہزار ہا یقین سے بہتر ہے اور جس کو حدیث میں ‘‘**ذاک صریح الایمان**’’ کہا گیا ہے، یہ وسوسہ نہیں یقین کیجئے کہ دفع وسوسہ ہے، یہ کفر نہیں صریح ایمان ہے، یہ شک وریب نہیں، ایمان وایقان کا اعلیٰ مقام ہے۔

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو اللہ ورسول کی صداقت میں شک کرتے ہیں، قرآن جنہیں چودہ سو سال قدیم نظریات کی حامل کتاب نظر آتا ہے، جو کلام اللہ میں ترمیم واصلاح کی ضرورت کے مدعی ہیں، ایسے لوگوں کو یہ بات محض شک میں نہیں بلکہ صریح کفر کے ہاویہ میں گرا دیتی ہے، جو اسی کو قرآن کی صداقت کے خلاف ایک زبردست دلیل خیال کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کا مقصد قرآن کا ابطال ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ عقل ودانش سے کورے اور حماقت میں سب سے آگے ہوتے ہیں۔

اس صورت میں علماء دین کی ذمہ داری اور ان کا اولین فریضہ ہے کہ قرآن کی حقانیت کو ثابت کر دکھائیں، اور جہاں پہلی قسم کے لوگوں کے لیے ایمان میں جلا اور قلب کی طمانیت کا سامان بہم پہنچائیں، وہیں دوسری قسم کے لوگوں کی زبان بند کر دیں اور اسلام وقرآن کے خلاف ان کی سازشوں کو ناکام بنا دیں اور ان کی ناپاک امیدوں اور ناجائز آرزؤں کو پوری ہونے نہ دیں۔

مگر کس قدر تعجب اور تعجب سے زیادہ حیرت اور حیرت سے بڑھ کر افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض علماء نتائج سے بے پرواہو کر اس بات کی جرأت کرتے ہیں کہ صاف اس سے انکار کر دیں کہ ڈاکٹر آلات واسباب کی بنیاد پر رحم مادر کی اندرونی چیز کو جان لیتے یا جان سکتے ہیں، بلاشبہ قرآن کے خلاف کوئی بات سامنے آئے تو اس

کا انکار کرنا ہی چاہئے ، لیکن بلا غور وفکر محض سطحی مطالعہ وعلم کی بنا پر ایک واقعہ کا انکار کر دینا (بغیر اس کے کہ کم از کم اس واقعہ کی کوئی تاویل کریں) میرے نزدیک وہی نتیجہ پیدا کر سکتا ہے ، جو یورپ میں سائنس اور کلیسا کی جنگ کا ہوا جس نے یورپ سے کلیسا کا اقتدار ہی ختم کر دیا۔

جب بعض لوگوں نے مجھ سے اس شبہ کا اظہار کیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض علماء نے ڈاکٹروں کی اس کارروائی کو محض ایک فریب اور دھوکہ قرار دیتے ہوئے ، اس واقعہ کا انکار کیا تو میں نے ضروری سمجھا کہ اس سلسلہ میں قلم اٹھاؤں ، چنانچہ اسی خیال سے چند سطور حوالۂ قرطاس کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مقصد کی تکمیل میں مدد فرمائے اور اس کو میرے لیے ذخیرۂ آخرت اور لوگوں کے لیے نافع ومفید بنائے۔ آمین

محمد شعیب اللہ خان

آیت کریمہ کی تفسیر وتوضیح

مقصد پر بحث سے قبل ضروری ہے کہ ہم آیت کی تفسیر وتوضیح کر دیں، جس میں رحمِ مادر کی اندرونی چیز کے علم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص قرار دیا گیا ہے تاکہ وہ بات جو ہم یہاں بیان کرنا چاہتے ہیں، آسانی کے ساتھ بخوبی سمجھ میں آجائے سورۂ لقمان کی آخری آیت میں فرمایا گیا ہے۔

﴿إِنّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الۡغَيۡثَ وَيَعۡلَمُ مَافِي الۡاَرۡحَامِ وَمَاتَدۡرِي نَفۡسٌ مَاذَاتَكۡسِبُ غَدًا وَّمَاتَدۡرِيۡ نَفۡسٌ بِاَيِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ.﴾ (لقمان:۳۴)

(ترجمہ وتفسیر: بے شک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے اور وہی (اپنے علم کے موافق) مینہ برساتا ہے (بس اللہ کا علم اور قدرت بھی اسی کے ساتھ خاص ہے) اور وہی جانتا ہے جو کچھ (لڑکا یا لڑکی حاملہ کے) رحم میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا عمل کرے گا۔ (اس کی بھی اسی کو خبر ہے) اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا (اس کی بھی اسی کو خبر ہے اور انہیں چیزوں کی کیا تخصیص ہے جتنے غیوب ہیں) بے شک اللہ (ہی ان) سب باتوں کا جاننے والا (اور ان سے) باخبر ہے (کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں۔ (۱)

آیت کریمہ کا شان نزول

ابن المنذر نے حضرت عکرمہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص جس کو وارث ابن عمر کہا جاتا تھا۔ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے محمد ﷺ! قیامت کب آئے گی اور ہمارے شہر قحط زدہ ہیں وہ کب سرسبز وشاداب ہوں

---

(۱) تفسیر بیان القرآن۔ سورۂ لقمان

گے، (یعنی بارش کب ہوگی) اور میں اپنی عورت کو حاملہ چھوڑ کر آیا ہوں، وہ کب جنے گی؟ اور میں جانتا ہوں کہ آج میں نے کیا کیا، پس میں کل کیا کروں گا، اور میں جانتا ہوں کہ میں کہاں پیدا ہوا پس میں کہاں مروں گا؟ اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (۱)

اور امام قرطبی نے امام تفسیر حضرت مقاتل سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت اہل صحرا میں سے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی، جس کو وارث بن عمرو بن حارثہ کہا جاتا تھا، اس نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ میری عورت حاملہ ہے، وہ کیا جنے گی اور ہمارے شہر قحط زدہ ہیں، بارش کب ہوگی اور میں جانتا ہوں کہ میں نے آج کیا کیا، بتایئے کل میں کیا کروں گا اور میں جانتا ہوں کہ میں کب پیدا ہوا، بتایئے کہ میں کب مروں گا اور بتایئے قیامت کب آئے گی؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (۲)

عکرمہ کی روایت میں ''کب جنے گی'' سوال نقل کیا گیا ہے اور مقاتل کی روایت میں ''کیا جنے گی'' کے الفاظ ہیں، آیت سے انطباق میں پہلی روایت کے بہ نسبت دوسری روایت کے الفاظ زیادہ قریب ہیں، اسی طرح دوسری روایت میں سوال ''کب مروں گا'' نقل کیا گیا ہے جب کہ پہلی روایت میں ''کہاں مروں گا'' منقول ہے، یہاں آیت سے پہلی روایت کے الفاظ زیادہ قریب ہیں' قرین قیاس یہ ہے کہ یہ نقل روایت میں راویوں کے سہو کا نتیجہ ہے کیونکہ واقعہ ایک ہے یا یہ بھی ممکن ہے کہ سائل نے دونوں ہی قسم کے سوال کیے ہوں، اور آیت میں ایک کا جواب صراحت سے دوسرے کا دلالۃً دیا گیا ہو جیسا کہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔

---

(۱) روح المعانی: ۱۰۹/۱۱ (۲) تفسیر قرطبی: ۸۳/۱۴

آیت میں حصر کا مفہوم

اس آیت میں مذکورہ پانچ باتوں کے علم کو اللہ تعالیٰ نے کئی طرح اپنی ذات کے ساتھ مخصوص قرار دیا ہے، کیونکہ اس کا پہلا جملہ ”**اِنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ**“ کئی طرح حصر کا مفہوم دیتا ہے۔

(۱) اس جملہ میں ”عندہ“ کو ”علم الساعۃ“ پر مقدم کیا گیا ہے، حالانکہ عندہ خبر اور علم الساعۃ مبتدا ہے اور نحو کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ مبتدا مقدم اور خبر مؤخر ہوتی ہے، لہٰذا بقاعدہ ”**تَقۡدِیۡمُ مَاحَقَّہ التاّخِیۡرُ یُفِیۡدُ الۡحَصۡر**“. یہاں حصر پیدا ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے نام کو مقدم کر کے اس پر خبر ”**عندہ**“ کی بنا کی گئی ہے جو حصر کا فائدہ دیتا ہے، چنانچہ کہا گیا ”بلاشبہ اسی کے پاس قیامت کا علم ہے“۔ جب کہ ”**اللّٰہ یعلم الساعۃ**“ بھی کہا جا سکتا تھا۔

(۳) خود لفظ ”**عند**“ حصر واختصاص کا فائدہ دیتا ہے کیونکہ عند سے جس چیز کے بارے میں خبر دی جاتی ہے، اس کے محفوظ ومحصور ہونے پر یہ دلالت کرتا ہے کہ کوئی اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ (۱)

جب اس جملہ میں کئی طرح اختصاص وحصر مفہوم ہوا تو جو جملے اسی سباق میں وارد ہوئے ہیں، ان میں بھی حصر کا مفہوم ملحوظ ہوگا، کیونکہ آیت اسی مقصد سے نازل کی گئی ہے کہ ان چیزوں کے علم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونا بتایا جائے چنانچہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ بیان القرآن میں فرماتے ہیں:

”**غیث**“ (بارش) یا مافی الارحام (جو کچھ رحم میں ہے) کہ علم سے اختصاص

---

(۱) روح المعانی ص: ۱۰۹/۱۲

علم پر کیسے دلالت ہوئی؟ جواب یہ ہے کہ قرینۂ مقام سے ہوئی۔"(۱)

خلاصہ اس سوال وجواب کا یہ ہے کہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے صرف یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بارش نازل کرتا ہے (لہٰذا اس کے وقت بھی وہ جانتا ہے) اور رحم میں کیا ہے، اس کو بھی اللہ جانتا ہے، یہ تو نہیں فرمایا کہ دوسرے اس کو نہیں جانتے پھر اس سے اختصاصِ علم پر کیسے دلالت ہوئی؟ اسکا جواب حضرت تھانویؒ نے یہ دیا ہے کہ قرینہ قیاس سے معلوم ہوا کہ یہاں مراد یہی ہے کہ یہ علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے پھر معلوم ہوا کہ ان چیزوں کا علم صرف اللہ کو ہے، کسی اور کو نہیں۔

احادیثِ تفسیریہ

نیز بہت سی احادیث سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ان علوم کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ اختصاص بتانا مقصود ہے، یہاں چند حدیثیں درج کرتا ہوں۔

(۱) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پانچ چیزیں ہیں جن کو سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا، پھر آپ نے یہی آیت "**اِنَّ اللّٰہَ عندہ علم الساعۃ**" الخ پڑھی۔ (۲)

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ہر چیز کے علم کی کنجیاں عطا کی گئیں ہیں، سوائے پانچ چیزوں کے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (۳)

(۳) بنی عامر میں سے ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! کیا علم میں سے کچھ باقی ہے جو آپ نہ جانتے ہوں، آپ نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ نے مجھے بھلائی سکھائی اور بلاشبہ علم میں سے ایسی بھی چیزیں ہیں جو خدا

---

(۱) تفسیر بیان القرآن۔ سورۂ لقمان (۲) احمد: ۲۱۹/۸ (۳) احمد: ۵۳۲۲

تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، یعنی پانچ چیزیں، پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ (۱)

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارے نبی کو ہر چیز کے علم کی کنجیاں دی گئیں سوائے پانچ کے، پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ (۲)

یہ اور ان جیسی روایات جو آیت کریمہ کی تفسیر کے طور پر علماء تفسیر نے نقل کی ہیں، ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ پانچ باتوں کا علم ذات باری کے ساتھ خاص ہیں جس میں نہ کوئی ولی اس کا ساجھی ہے نہ کوئی نبی اس کا شریک ہے۔

رجوع بمقصد

مذکورۂ صدر امور کی وضاحت کے بعد، ہم اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جس کے لیے ہم یہ رسالہ لکھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق بخشے۔

علم سے کونسا علم مراد ہے

ہمیں درپیش اشکال کو حل کرنے اور اصل حقیقت کو پانے کے لیے سب سے اہم تحقیق یہ ہے کہ آیت کریمہ میں علم سے کونسا علم مراد ہے؟

یہ تو ظاہر ہے کہ یہاں علم سے مطلق علم مراد نہیں ہوسکتا، کیونکہ مطلق علم جو اندازوں اور تخمینوں کو بھی شامل ہے اور مختلف ذرائع ، آلات واسباب سے بھی حاصل ہوجاتا ہے اور وحی، الہام اور کشف کے واسطوں سے بھی عطا ہوجاتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں ، بلکہ یہ اللہ کی شان کے لائق بھی نہیں ، کیونکہ ایسا علم تو مخلوقات کو بھی حاصل ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جس علم کو اپنے ساتھ خاص فرمارہے ہیں، اس سے ہم وہ علم مراد لیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ مخلوقات کو بھی حاصل ہے، اس لیے یہاں ایسا علم مراد لینا ضروری ولازم ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہو اور اس کے ساتھ خاص قرار دیا جاسکتا ہو اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ وہی علم خاص اور اس کے شایانِ شان ہے جو اس کا خانہ زاد اور ذاتی علم ہو اور بلا کسی واسطہ اور ذریعہ کے اس کو حاصل ہو۔ وجہ یہ ہے کہ وہ علم جو کسی واسطہ یا ذریعہ سے حاصل ہوا ہو، وہ اس کے

---

(۱) احمد:۲۳۴۶ (۲) روح المعانی:۲۱/۱۱۱، قرطبی:۱۴/۸۲

شایانِ شان نہیں ہوسکتا کیوں کہ یہ احتیاج کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ ہر قسم کی احتیاج سے پاک ومنزہ ہیں، نیز وہ علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہوگا جو ہر شئی کو محیط ہوکر اس کے دائرہ علم سے کوئی شی باہر نہ ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دو قسم کے علم خاص ہیں یا یوں کہئے کہ اللہ تعالیٰ کے علم کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ایک وہ علم جو بلا کسی واسطہ کے اس کو حاصل ہو، یعنی وہ اس کا ذاتی علم ہو، اسی علم کو علمِ غیب کہتے ہیں۔

(۲) دوسرا وہ علم جو ذرّہ ذرّہ کو محیط ہو اور اس کے دائرہ سے کوئی چیز باہر نہ ہو۔

مراد علم غیب اور علم محیط ہے

پس مراد علم غیب وعلم محیط ہے، اس کی صریح دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دو قسم کے علم کو اپنی ذات کے ساتھ خاص قرار دیا ہے۔ چنانچہ سورۂ انعام میں ارشاد فرمایا گیا ہے: **﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَافِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾** (اور اسی کے پاس کنجیاں ہیں غیب کی کہ ان کو سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا اور وہی جانتا ہے جو کچھ بر وبحر میں ہے)(آیت:۵۹) اس میں دو باتوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص قرار دیا گیا ہے، علم غیب کا علم اور موجودات کا محیط علم، کیونکہ **"مافی البحر والبحر"** میں لفظ **"ما"** عام ہونے کی وجہ سے اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بر وبحر کی تمام چیزوں کو جانتے ہیں اور یہ پہلی بات کی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

اسی آیت کی تفسیر میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

"خلاصہ یہ ہے کہ علم کے متعلق دو چیزیں حق تعالیٰ کی خصوصیات میں سے ہیں جن میں کوئی فرشتہ یا رسول یا کوئی دوسری مخلوق شریک نہیں، ایک علم غیب دوسرے موجودات کا علم محیط، جس سے کوئی ذرّہ مخفی نہیں۔"(۱)

لہٰذا زیر بحث آیت میں بھی علم سے یا تو علم غیب مراد لینا چاہئے یا علم محیط، اس

---

(۱) معارف القرآن:۳/۳۴۸

لیے کہ یہی وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص اور اس کے شان کے لائق ہے۔

آمدم برسر مطلب

جب یہ بات واضح ہوگئی تو اب اس پر غور کیجئے کہ ہم نے مانا کہ ڈاکٹر اور اطباء رحم مادر میں کیا ہے؟ اس کو بعض آلات واسباب کے ذریعہ اس طرح جانتے ہیں کہ انہیں اس میں نہ کچھ شک وریب رہتا ہے نہ اس کے خلاف کوئی امکان، بلکہ وہ اس طرح اس کو جانتے ہیں، جیسے جسم کی سطح ظاہر کی کسی چیز کو جان لیا جاتا ہے اور یہ کہ ان کا علم نفس الامر اور حقیقت کے مطابق ہوتا ہے جس کی تصدیق ولادت کے وقت ہوجاتی ہے۔

لیکن کیا اس سے آیت کی تکذیب ہوجاتی ہے؟ اور کلام الٰہی کا بطلان لازم آتا ہے؟ کیا اس سے اللہ کے رسول کی صداقت میں شبہ کی گنجائش پیدا ہوجاتی ہے؟ اہل اسلام نے جس کو عقیدہ بنایا اور جس کی تلقین کرتے رہے اور چودہ سو سال تک جس کو ایک حقیقت خیال کرتے رہے کیا یہ سب ایک دھوکہ، فریب اور وہم تھا؟ ہرگز نہیں، حقیقت یہ ہے کہ اس واقعہ کا آیت سے کوئی تعارض اور ٹکراؤ نہیں، آیت جس چیز کی مدعی ہے واقعہ مذکور نے اس کی تکذیب نہیں کی، اور واقعہ سے جو امر ثابت ہوتا ہے آیت اس کے خلاف نہیں، کیونکہ آیت نے یہ بتایا کہ اللہ کے سوا کوئی اور مافی الارحام کا علم غیب یا علم محیط نہیں رکھتا، اور ڈاکٹروں نے جو کچھ جانا وہ نہ علم غیب ہے اور نہ علم محیط، پھر بھلا آیت کی اس واقعہ سے تکذیب وتردید کیسے ہوجائے گی؟

علم غیب کی حقیقت

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ہم نے اوپر یہ بات واضح کی ہے کہ آیت میں علم سے یا تو علم غیب مراد ہے یا علم محیط، یہ دو صورتیں ہوئیں، اگر آیت میں علم غیب

مراد ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی اوران چیزوں کاعلم غیب نہیں رکھتا، تب تو ظاہر ہے کہ ماں کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی، اس کواس طور پر جان لینا جس کوعلم غیب نہیں کہتے، آیت کے دعوے کے خلاف نہیں، مگر یہاں سوال یہ ہے کہ علم غیب کسے کہتے ہیں؟ واقعی جب تک اس کی حقیقت سے واقفیت نہ ہوجائے، بات صاف نہیں ہوسکتی اور یاد رہے کہ اس سلسلہ میں جس قدر اشکالات وشبہات پیدا ہوتے ہیں وہ سب اسی لیے کہ علم غیب کی حقیقت سے واقفیت نہیں ہوتی۔

غیب اصل میں مصدر ہے جس کے معنی ہیں غائب ومستور ہو جانا۔ کہا جاتا ہے ''غابتِ الشمسُ'' کہ سورج آنکھوں سے غائب وپوشیدہ ہوگیا۔ اور اصطلاح شریعت میں ان پوشیدہ چیزوں کو غیب (۱) کہتے ہیں، جن پر کوئی قرینہ ودلیل (۲) قائم نہ ہو۔ (۳)

اور قرینہ سے مراد عام ہے خواہ قرینہ حسی ہو یا نقلی، قرینہ حسی کی مثال یہ ہے کہ

---

(۱) اعلم ان اطلاق الغیب علی الشئ الغائب الذی لم تنصب له قرینه باعتباره بالناس ونحوهم من المخلوقات لاباعتباره بالله عزوجل فانه سبحانه لایغیب منه شی. فان قلت فعل هذا یمکن ان یقال انه جل وعلیٰ لایعلم الغیب قصداً الی انه لاغیب بالنسبة الیه تعالیٰ. قلت نعم ولکنه لایجوزشرعاً لان فی ذلک سوء الادب والایهام والمصادمة لظواهرالأیات وقال الألوسی فی روح المعانی (۲۰/۱۰) مانصه ولکن لایجوزان یقال انه جل وعلیٰ لایعلم الغیب قصداً الی انه لاغیب بالنسبة الیه لیقال یعلمه وقد شنع الشیخ احمد السرهندی المشهوربالامام الربانی فی مکتوباته علی من قال ذلک قاصدا ماذکراتم تشنیع کماهوعادته وکذارد الألوسی علی من قال ذلک فی تفسیره فی سورة الرعد (۱۳/۱۱۰.) (۳) روح المعانی: ۱۰/۲۰

(۲) غیب کی اصل تعریف یہی ہے اور بعض مقامات پر علماء نے جو یہ لکھا ہے کہ غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس پر دلیل قائم ہو۔ دوسرا وہ جس پر دلیل نہ ہو۔ یہ ایک خاص مقام کے اقتضاء سے مجازاً کہا گیا ہے، مثلاً قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا ''الذین یومنون بالغیب'' ....

ڈاکٹر نبض دیکھ کر، اسکی سرعت و تیزی سے یہ جان لیتا ہے کہ یہ شخص بیمار ہے، اس مثال میں ڈاکٹر کا کسی شخص کی بیماری معلوم کر لینا چوں کہ قرینہ حسّیہ کی بنا پر ہے، اس لیے اس کو علم غیب نہیں کہتے، اور قرینہ عقلی کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص ایک جگہ دھواں اٹھتا ہوا دیکھ کر یہ جان لیتا ہے کہ یہاں آگ موجود ہے تو چوں کہ اس کو آگ کا علم دھویں کے قرینہ سے ہوا، اس لیے اسکو غیب کا علم نہیں کہیں گے، اور قرینہ نقلی کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی والہام کے ذریعہ نبی یا ولی کو کسی بات کی خبر دیں تو ان چیزوں کے علم کو بھی غیب کا علم نہیں کہہ سکتے، اسی وجہ سے حضرات انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام کو عالم الغیب نہیں کہا جا سکتا۔

غیب کی تعریف اس سے بھی واضح مگر مختصر لفظوں میں حضرت قاضی ثناء اللہ پتی علیہ الرحمہ نے تفسیر مظہری میں بیان فرمائی ہے کہ:

”لفظ غیب سے وہ چیزیں مراد ہیں جو ابھی وجود میں نہیں آئیں یا وجود میں تو آ چکی ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے ان پر کسی کو مطلع ہونے نہیں دیا۔ (۱)

الغرض علم غیب ان چیزوں کے جاننے کو کہتے ہیں جن پر مطلع ہونے کی کوئی راہ وسبیل نہ ہو اور جن پر مطلع ہونے کے لیے ذرائع واسباب موجود ہوں، ان کا جان لینا علم غیب نہیں۔

.... کہ وہ غیب کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں“ اور غیب سے مراد اللہ کی ذات وصفات، جنت، جہنم وغیرہ ہیں، جن کے وجود پر قرینہ ودلیل ہی نہیں، بلکہ دلائل وقرائن قائم ہیں تو سوال ہوگا کہ جب ان چیزوں کے وجود پر دلائل موجود ہیں تو ان پر ایمان بالغیب کہاں ہوا؟ مفسرین نے اس اعتراض کو دفع کرنے کے لیے غیب کو دو قسموں پر تقسیم کیا ہے، ان میں سے ایک غیب حقیقی ہے، دوسرا مجازی۔ اور یہ چیزیں مجازاً غیب کہلاتی ہیں۔

(۱) معارف القرآن: ۳۳۵/۳

ڈاکٹروں کا علم، علم غیب نہیں

اب علم کی حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے، اس بات پر غور کیجئے کہ ڈاکٹر کو جو رحم مادر کی اندرونی چیز کو جان لیتے ہیں، وہ کیا بر بنائے علم غیب ہے؟ ہرگز نہیں، کیونکہ وہ اس کو بعض آلات واسباب کے ذریعہ جان لیتے ہیں جو کہ قرینہ حسیہ یا عقلیہ ہے اوراوپر معلوم ہو گیا کہ کسی قرینہ کی بناء پر کسی پوشیدہ بات کا معلوم کر لینا علم غیب نہیں ہے، بلکہ علم غیب تو یہ ہے کہ بلا کسی قرینہ وواسطہ کے محض ذاتی علم کی بنیاد پر کسی پوشیدہ حقیقت کو معلوم کر لیا جائے اور انسان کے یا کسی بھی مخلوق کے حق میں یہ بات ممکن نہیں، کیونکہ کسی بھی مخلوق کو ذاتی طور پر علم حاصل ہی نہیں، بلکہ ذات کے لحاظ سے انسان اور دیگر مخلوقات جاہل ہیں، اللہ تعالیٰ کے علم عطا کرنے پر وہ کچھ جاننے لگے ہیں، انسان کے بارے میں قرآن نے کہا ہے: ﴿وَاللّٰهُ اَخۡرَجَكُمۡ مِنۡ بُطُوۡنِ اُمَّهَاتِكُمۡ لَاتَعۡلَمُوۡنَ شَيۡئاً﴾ (کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حال میں پیدا کیا تم کچھ نہیں جانتے تھے)۔ (سورہ نحل: ۷۸) جب انسان کا یہ حال ہے تو دیگر مخلوق کا کیا حال ہوگا جن کا مرتبہ ومقام انسان سے بمراتب کم ہے۔

حضرات انبیاء عالم الغیب نہیں

یہی وجہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو بھی مطلع علی الغیب تو کہہ سکتے ہیں، لیکن عالم غیب نہیں کہہ سکتے، کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے غیب پر مطلع کیا ہے، نہ یہ کہ وہ ذاتی طور پر ان چیزوں سے واقف ہوتے ہیں، علامہ آلوسی بغدادی اپنی تفسیر روح المعانی میں اسی سلسلہ میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ان علم الغیب المنفی عن غیرہ جل وعلاھو ماکان للشخص

لذاتہٖ ای بلاواسطه فی ثبوتہٖ لہٗ وهذاانمالایعقل لاحد من أهل السموات والارض لمكان الامكان فيهم ذاتاوصفةًوهويأبى ثبوت شئ لهم بلاواسطة وماوقع للخواص ليس من هذاالعلم المنفى فى شئ ضرورة انه من الواجب عزوجل اضافه عليهم بوجہٍ من وجوه الافاضة . فلايقل انهم علموا الغيب وانمايقال انهم اظهرواواطلعوعلى الغيب اونحوذالک ممايفهم الواسطه فى ثبوت العلم لهم اھ.’’(۱)

(علم غیب جس کی غیر اللہ سے نفی کی گئی ہے وہ ہے جو کسی کو ذاتی طور پر حاصل ہو یعنی اس کے ثابت ہونے میں کسی کا واسطہ نہ ہو اور یہ بات (کہ بلاواسطہ علم حاصل ہو جائے) زمین و آسمان والوں میں سے کسی کے لیے بھی عقل باور نہیں کرتی کیوں کہ یہ (مخلوقات) ذات وصفت کے لحاظ سے ممکنات میں سے ہیں اور امکان (ممکن ہونا) بلاواسطہ ان کے لیے کسی شی کے ثبوت سے اباء وانکار کرتا ہے اور جو خواص کو حاصل ہوتا ہے وہ اس (علم غیب) میں سے نہیں ہے جس کی غیر اللہ سے نفی کی گئی ہے کیوں کہ یہ ان حضرات پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وجوہ اضافہ میں سے کسی طریقہ سے افاضہ ہوتا ہے اس لیے ان کے حق میں یوں نہیں کہہ سکتے کہ یہ غیب جانتے ہیں اس معنی کے لحاظ سے اور جو ایسا کہے وہ قطعی طور پر کافر ہے ہاں یوں کہا جائے گا کہ جو حضرات غیب پر مطلع کیے گئے ہیں وغیرہ جس سے ان کے علم کے حاصل ہونے میں واسطہ مفہوم ہو)۔

علامہ آلوسی بغدادی کی اس وضاحت سے دو باتیں مستفاد ہوئیں، ایک تو یہ کہ علم الغیب اسی علم کو کہتے ہیں جو ذاتی طور پر بلا کسی واسطہ کے حاصل ہو اور اسی علم کی غیر اللہ سے نفی کی گئی ہے، دوسرے یہ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو جو غیب کی باتیں معلوم ہوتی ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے واسطے سے ان کو حاصل ہوتی ہیں

---

(۱) روح المعانی:۱۱۲/۲۱

اس لیے ان کو عالم الغیب نہیں کہتے بلکہ مطلع علی الغیب کہتے ہیں۔

پس ڈاکٹروں کا علم جو بعض آلات واسباب کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے، اس کو کیسے علم غیب کہہ سکتے ہیں؟ جب کہ انبیاء علیہم السلام کے علم کو بھی علم الغیب نہیں کہا جا سکتا، پس ڈاکٹروں کے مافی الارحام کو جاننے سے آیت پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ آیت میں علم غیب ہی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے جو ڈاکٹروں کو حاصل نہیں اور نہ ہوسکتا۔

غیر اللہ کو مافی الارحام کا علم عطا ہوسکتا ہے

یہی وجہ ہے کہ علماء نے آج سے کئی برس پہلے جب کہ سائنس کو اتنی ترقی نہیں ہوئی تھی، اس کی تصریح فرما دی ہے کہ اس آیت میں مذکورہ باتوں کی اطلاع اللہ تعالیٰ غیر اللہ کو کرسکتا ہے اور دوسرا اس کو جان سکتا ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر میں علامہ قسطلانیؒ کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ

''اللہ جل شانہ جب بارش کے برسانے اور اس کو جہاں وہ چاہتا ہے چلانے کا حکم دیتا ہے تو وہ فرشتے جو اس کام پر مسلّط وموکل ہیں، اس کو جان لیتے ہیں (کہ بارش کب اور کہاں ہوگی) اسی طرح وہ بھی اس کو جان لیتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات میں سے بتانا چاہتے ہیں۔ اور اسی طرح جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتے ہیں رحم میں کسی شخص کو پیدا کرنے کا تو اللہ تعالیٰ اس فرشتہ کو جو اس کام پر مامور ہے اپنے ارادے سے مطلع فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے جو کہتا رہتا ہے کہ اے رب! اب یہ نطفہ بنا ہے، اے رب! اب یہ علقہ بنا ہے، اب رب! اب یہ مضغہ بنا ہے، پس جب اللہ تعالیٰ اس کی تخلیق مکمل کرنا چاہتے ہیں تو وہ پوچھتا ہے کہ یہ لڑکا ہے یا لڑکی،

نیک بخت ہے یا بد بخت اور اس کا کتنا رزق ہے اور کتنی عمر؟ اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں کو لکھ دیتے ہیں جب کہ وہ ابھی ماں کے پیٹ میں ہے، اس کو وہ فرشتہ اور اللہ کی مخلوق میں سے جن کو اللہ تعالیٰ بتانا چاہیں، جان لیتے ہیں۔ (۱)

علامہ ابن کثیرؒ نے بھی اپنی تفسیر میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں، بارش کے نزول کا وقت بتا دیتے ہیں، فرشتہ بھی جو اس کام پر مامور ہے اللہ کے بتانے سے اس کو جان لیتا ہے اور حضرت مولانا شیخ احمد جیونؒ نے ''تفسیرات احمدیہ'' میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو ان پانچ باتوں میں سے کسی بات پر دوسروں کو اطلاع دے سکتا ہے۔ (۲)

علامہ قسطلانی اور ابن کثیر اور ملا جیون کے بیانات اور علامہ آلوسیؒ کی تائید سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوئی کہ ان چیزوں کا علم غیر اللہ کو ہو سکتا ہے جب کہ خود اللہ تعالیٰ اس کے اسباب پیدا فرما دیں، خواہ وہ اسباب وحی والہام یا آلات جدیدہ ہوں لیکن اس علم کو جو ان واسطوں سے حاصل ہوتا ہے، علم غیب نہیں کہا جاتا، جس کی نفی غیر اللہ سے کی گئی ہے۔

ایک شبہ کا جواب

یہاں ممکن ہے کسی ذہن میں یہ شبہ پیدا ہو کہ جب آیت کا منشاء و مقصد یہ بتانا ہے کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص و مخصوص ہے تو پھر پانچ چیزوں کی تخصیص کیوں ہے؟ جب کہ اللہ تعالیٰ تو صرف انہی پانچ چیزوں کو نہیں، تمام غیوب کو جانتے ہیں؟ تمام چیزوں کا علم غیب صرف اور صرف اللہ کے پاس ہے، کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کا علم غیب رکھتے ہیں

---

(۱) روح المعانی: ۱۱۲/۲۱ (۲) تفسیر ابن کثیر: : ۴۰۵ و ۴۰۶

اور آیت کا منشاء بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے اور غیر اللہ کے عالم الغیب نہ ہونے کی صراحت کی جائے، لیکن صرف پانچ باتوں کا آیت میں ذکر کرنا اس وجہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال انہیں پانچ باتوں کے بارے میں سوال ہوا تھا، جیسا کہ پہلے آیت کے شان نزول میں ذکر کیا جا چکا ہے، لہٰذا جواب میں انہیں باتوں کا ذکر کیا گیا ہے، اس کو اتفاقی امر کہتے ہیں، ورنہ ان پانچ چیزوں کی خصوصیت نہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ عام طور پر لوگ انہیں پانچ چیزوں کی جستجو و تلاش میں رہتے ہیں اور نفوس انہیں پانچ چیزوں کے جاننے کے مشتاق ہوتے ہیں، اس لیے ان کا ذکر کیا گیا، ورنہ مراد یہی ہے کہ مطلق علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ آیت کے آخر میں بطور تذییل یہ فرمایا گیا ہے کہ ''اِن اللّٰهَ عَلِيُمٌ خَبِيُرٌ''۔ حضرت تھانوی نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ ان چیزوں کی کیا تخصیص ہے جتنے غیوب ہیں بے شک اللہ ہی ان سب باتوں کا جاننے والا اور ان سے باخبر ہے۔(۱)

علامہ آلوسی روح المعانی میں رقمطراز ہیں کہ:

''والذی ینبغی ان یعلم ان کل غیب لایعلمہٗ الااللّٰہ عزوجل ولیست المغیبات محصورة بهذه الخمس وانماخصت بالذکر لوقوع السوال عنهااو لانها کثیراً ماتشتاق النفوس الی العلم بها. ''(۲)

(یہ بات جان لینا ضروری ہے کہ بلاشبہ ہر غیب سوائے خدا کے کوئی اس کو نہیں جانتا اور غیب کی چیزیں ان پانچ میں منحصر نہیں ہیں اور خاص طور پر ان پانچ کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ سوال انہیں کے جاننے کی طرف اکثر لوگ مشتاق ہوتے ہیں)

اور حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ بیان القرآن میں فرماتے ہیں کہ

---

(۱) بیان القرآن، تفسیر سورۂ لقمان (۲) روح المعانی: ۱۱۲/۲۱

’’جب علم غیب یعنی علم بلا واسطہ ہر شی کا اور علم محیط مجموعہ اشیاء کا حق تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے، پھر ان اشیاء خمسہ کے تخصیص ذکری کی کیا وجہ؟ سو اس کی دو وجہ ہو سکتی ہیں، اول سوال ان ہی اشیاء سے کیا گیا تھا (کمافی الدر عن مجاہد وعکرمۃ) دوسری وجہ یہ ہے کہ اکثر نفوس ان اشیاء کے علم کے مشتاق زیادہ ہوتے ہیں۔ (۱)

علامہ شبیر احمد عثمانی علیہ الرحمۃ ترجمۂ شیخ الہندؒ پر فوائد میں لکھتے ہیں کہ ’’بہر حال ان پانچ چیزوں کے ذکر سے تمام اکوان غیبیہ کے علم کلی کی طرف اشارہ کرنا ہے، حصر مقصود نہیں، اور غالباً ذکر میں ان پانچ چیزوں کی تخصیص اس لیے ہوئی کہ ایک سائل نے سوال ان ہی پانچ باتوں کی نسبت کیا تھا، جس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی، کمافی الحدیث۔ (۲)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم تفہیم القرآن میں فرماتے ہیں:

’’یہاں ایک بات اور بھی اچھی طرح سمجھ لینی ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اس آیت میں امور غیب کی کوئی فہرست نہیں دی گئی ہے، جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے، یہاں تو صرف سامنے کی چند چیزیں مثالاً پیش کی گئی ہیں، جن سے انسان کی نہایت گہری اور قریبی دلچسپیاں وابستہ ہیں اور انسان ان سے بے خبر ہے، اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہ ہوگا کہ صرف پانچ امور غیب ہیں، جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا‘ حالانکہ غیب نام ہی ان چیزوں کا ہے جو مخلوقات سے پوشیدہ اور صرف اللہ پر روشن ہو۔‘‘ (۳)

یہیں سے ایک اور شبہ کا جواب بھی نکل آیا وہ یہ ہے کہ بعض احادیث میں مذکور ہے کہ غیب کی کنجیاں پانچ ہیں جن کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا اور وہ یہی پانچ چیزیں ہیں، اس سے بظاہر یہی سمجھا جاتا ہے کہ صرف یہ پانچ اشیاء ہیں جن کا علم اللہ

---

(۱) بیان القرآن، تفسیر سورۂ لقمان (۲) ترجمہ شیخ الہند: ۵۳۸ (۳) تفہیم القرآن ۲۹/۴

تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں، سوال یہ ہے کہ ان احادیث میں غیب کی کنجیاں صرف پانچ کیوں بتائی گئی ہیں، جن کا علم صرف اللہ کو ہے جب کہ تمام چیزوں کا علم غیب صرف اللہ کو ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں بھی حصر مقصود نہیں، بلکہ بعض اہم چیزوں کا بطور مثال ذکر مقصود ہے، جیسا کہ علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

''اور جو احادیث میں (پانچ کا ذکر ہے) اس کو بعض اہم غیوب کے بیان پر محمول کریں گے نہ کہ حصر کے دعوے پر، کیونکہ ان پانچ چیزوں کے علاوہ دوسرے غیوب کو بھی بلاشبہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''(۱)

ملاجیون علیہ الرحمہ نے بھی تفسیر احمدیہ میں پانچ چیزوں کے ذکر کو اہم غیوب کے ذکر پر محمول کیا ہے۔(۲)

الغرض پانچ چیزوں کی تخصیص سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ دوسری اشیاء کا علم غیب اللہ کے سوا دوسروں کو ہے، نہیں بلکہ ہر غیب اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے، یہ تخصیص ان وجوہات کی بناء پر ہے جو اوپر ذکر کی گئیں ہیں۔

ڈاکٹروں کا علم محیط نہیں

یہ تو اس صورت پر کلام تھا جب کہ آیت میں علم سے علم غیب مراد لیا جائے اور اگر علم سے علم محیط مراد ہو کہ بر و بحر کا کوئی ذرہ اس کے احاطہ علم سے باہر نہیں، تو بھی ظاہر ہے کہ ڈاکٹروں کا کسی کسی کے رحم کا حال جان لینا، آیت کے خلاف نہیں، کیونکہ یہاں جس علم کی غیر اللہ سے نفی کی گئی ہے، وہ علم محیط ہے اور ظاہر ہے کہ ڈاکٹروں کو علم محیط حاصل نہیں، کہ دنیا کی تمام عورتوں کے رحموں کا حال وہ جانتے ہوں بلکہ بعض بعض جزئیات کا ان کو علم ہے، جیسے مثلاً بنگلور کے یا کسی اور جگہ کے بارے

---

(۱) روح المعانی: ۱۷۱/۷ (۲) تفسیرات احمدیہ: ۴۰۵

میں کسی کا جان لینا کہ یہاں بارش کب ہوگی، آیت کے خلاف نہیں، جب کہ وہ کائناتِ دنیا کے ہر خطہ وعلاقہ کے بارے میں نہیں جانتا کہ وہاں بارش کب ہوگی۔

جیسے بارش برسانے والے فرشتہ کو بعض علاقوں کے بارے میں خبر دی جاتی ہے کہ وہاں کب بارش ہوگی، مگر دنیا کے ہر علاقے کے بارے میں وہ نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی؟ اسی طرح زید ڈاکٹر اگر دس، پچاس ان عورتوں کے رحموں کا حال جان لے، جو اس کے زیر علاج وزیر تشخیص آئی ہیں، تو یہ علم محیط نہیں کہ اس سے آیت کا بطلان لازم آئے، کیونکہ یہ دنیا کی تمام عورتوں کے ارحام کا حال نہیں جانتا۔

علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ:

وانہٗ یجوزان یطلع الله تعالیٰ بعض اصفیائه علی احدی هذه الخمس ویرزقه عزوجل العلم بذلک فی الجملة وعلمهاالخاص بهٖ جل وعلاماکان علی وجه الاحاطة والشمول لاحوال کل منها و تفصیله علی الوجه الاتم وفی شرح المناوی الکبیر للجامع الصغیر فی الکلام علی حدیث بریدة السابق خمس لایعلمهن الااللّٰه علی وجه الاحاطه والشمول کلیاً وجزئیاً فلاینافیه اطلاع اللّٰه تعالیٰ بعض خواصهٖ علی بعض المغیبات حتی من هذه الخمس لانهاجزئیات معدودة(۱)

(اور یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ، اپنے بعض برگزیدہ لوگوں کو ان پانچ باتوں میں سے کسی بات پر مطلع کر دیں اور ان کو اس کا کچھ علم دے دیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص وہ علم ہے جو ان میں سے ہر ایک کے احوال پر بوجہ اتم احاطہ وشمول وتفصیل کے طور پر ہو، علامہ مناوی کی جامع صغیر کی بڑی شرح میں حدیث بریدہؓ کے تحت میں ہے

---

(۱) روح المعانی: ۱۱۲/۲۱

کہ پانچ چیزیں ہیں، جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا یعنی بطور احاطہ وشمول کہ تمام کلیات وجزئیات کو جان لے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کا اپنے بعض خاص بندوں کو بعض غیب کی باتوں پر اطلاع دے دینا حتی کہ ان پانچ میں سے بھی، اس حدیث کے خلاف نہیں کیوں کہ یہ چند جزئیات ہیں)۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی علیہ الرحمہ نے ترجمہ شیخ الہند پر ''فوائد تفسیریہ'' میں جو لکھا ہے، اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان اشیاء کا محیط وکلی علم اللہ کے ساتھ خاص ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

''اکوان غیبیہ کے کلیات واصول کا علم حق تعالیٰ نے اپنے ساتھ مختص رکھا ہے، ہاں جزئیات منتشرہ پر بہت سے لوگوں کو حسب استعداد اطلاع دی اور نبی کریم ﷺ کو اس سے بھی اتنا وافر اور عظیم حصہ ملا جس کا کوئی اندازہ نہیں ہوسکتا، تاہم اکوان غیبیہ کا علم کلی رب العزت ہی کے ساتھ مختص رہا۔ آیت ہذا میں جو پانچ چیزیں مذکور ہیں، احادیث میں ان کو مفاتیح الغیب فرمایا ہے، جن کا علم یعنی علم کلی بجز اللہ کے کسی کو نہیں''۔ (۱)

علامہ آلوسیؒ ایک اور موقع پر فرماتے ہیں کہ:

''وھذالاینافی الاختصاص والاستشاربعلم المذکورات بناءً علی ماسمعت منّا من ان المراد بالعلم الذی استأثرسبحانه به العلم الکامل باحوال کل علی التفصیل فمایعلم به الملک ویطلع علیه بعض الخواص یجوزان یکون دون ذلک العلم بل ھوکذالک فی الواقع بلاشبھة'' (۲)

(اور یہ (غیر اللہ کا ان چیزوں پر مطلع ہوجانا) مذکورہ چیزوں کے علم کے اللہ

---

(۱) ترجمۂ قرآن مولانا شیخ الہند: ۵۳۸ (۲) روح المعانی: ۱۱۲/۲۱

تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونے کے خلاف نہیں اس بنا پر کہ اس علم سے مراد جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے وہ علم ہے جو بالتفصیل تمام احوال پر حاوی ہو، پس جو فرشتے جانتے ہیں یا خواص جس پر مطلع ہوتے ہیں، ممکن ہے کہ وہ اس (کامل ومحیط) علم سے کم درجہ کا ہو، بلکہ وہ بلاشبہ حقیقت میں ایسا ہی ہے)

ان تمام عبارات میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ غیر اللہ سے جس علم کی نفی کی گئی ہے وہ علم محیط ہے، اور بعض جزئیات پر کسی کا مطلع ہو جانا آیت کے خلاف نہیں، بلکہ ایسا ہو سکتا اور ہوتا ہے، اور ڈاکٹروں کا علم ''علم محیط'' نہ ہونا محتاج دلیل وبیان نہیں۔ کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ مثلاً اگر کسی ڈاکٹر کو اس حاملہ عورت کے بارے میں پوچھا جائے جو ڈاکٹر کے سامنے نہ ہو کہ اس عورت کے رحم میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ تو وہ قطعاً نہیں بتا سکتا، یہ اس بات کی صاف دلیل ہے کہ ڈاکٹر ہر کسی کے بارے میں نہیں جانتا کہ اس کے رحم میں کیا ہے، اور آیت کا منشاء یہی ہے کہ علم محیط وکامل کی غیر اللہ سے نفی کی جائے۔

ایک سوال کا جواب

یہاں قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے ہر چیز کے علم کی کنجیاں دی گئیں، سوائے پانچ کے، اور وہ پانچ چیزیں جن کا آپ کو علم نہیں دیا گیا، وہ یہی ہیں جو زیر بحث آیت میں مذکور ہیں، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کہ رسول اللہ ﷺ کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا نہیں ہوا تو پھر دوسروں کو ان میں سے کسی چیز کا علم عطا کیا جانا، اگرچہ آلات واسباب وغیرہ کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو، کیوں کر باور کیا جا سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خیال خود ہی صحیح نہیں کہ ان پانچ چیزوں میں سے رسول اللہ ﷺ کو کسی چیز کا علم عطا نہیں کیا گیا، بلکہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی علیہ الرحمہ کی عبارت پہلے نقل کر چکا ہوں جس میں یہ الفاظ ہیں:

’’ہاں جزئیات منتشرہ پر بہت سے لوگوں کو حسب استعداد اطلاع دی اور نبی کریم ﷺ کو اس سے بھی اتنا وافر و عظیم حصہ ملا جس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔‘‘

غور کیجئے اس سے کیا ثابت ہو رہا ہے؟ کیا اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ کو ان چیزوں میں سے بھی کلی و محیط نہیں، بلکہ جزوی اور فی الجملہ علم عطا کیا گیا تھا، اور جو آپ نے فرمایا کہ مجھے ان پانچ چیزوں کا علم نہیں دیا گیا، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کا محیط و کلی علم نہیں دیا گیا۔

علامہ آلوسی نے اس سلسلہ میں اس بات کی بھی نشاندہی فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس طرح کی خبریں کتب اخبار و سیر میں منقول ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ان چیزوں میں سے بھی وافر حصۂ علم عطا ہوا۔

علامہ آلوسی کی عبارت یہ ہے:

’’ویعلم مما ذکرناوجدالجمع بین الاخباروالدلالة علی استشاراللّٰہ تعالیٰ بعلم ذلک وبین مایدل علی خلافه کبعض اخباراته علیه السلام بالمغیبات التی هی من هذالقبیل یعلم ذلک من راجع نحوالشفأ والمواهب اللدنیة الخ. (۱)

جو ہم نے ذکر کیا (مراد علم سے علم محیط ہے) اس سے دونوں مختلف قسم کی روایات میں وجہ تطبیق معلوم ہو جائے گی، ایک تو وہ جو ان باتوں کے علم کے اللہ کے ساتھ خاص ہونے پر دلالت کرتے ہیں، دوسری وہ جو اس کے خلاف ہیں، جیسے رسول اللہ ﷺ کا بعض اسی طرح کی باتوں کی خبر دینا جیسا کہ شفاء اور مواہب لدنیہ کی طرف رجوع کرنے والے جانتے ہیں۔‘‘

---

(۱) روح المعانی: ۲۳/۲/۱۱۲

حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی ان میں سے بعض باتوں کی اطلاع دی گئی تھی، (۱)

مگر چوں کہ یہ علم محیط وکامل نہ تھا، اس لیے اس سے آیت پر کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا۔

مرزا حیرت دہلوی پر نقد

یہاں یہ بات سمجھ لینا چاہئے کہ اکثر مفسرین نے ''مافی الارحام'' کا مطلب یہی بتایا کہ پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی، اس کا علم صرف اللہ کو ہے، اگرچہ مفسرین نے اس کے ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ پیٹ میں موجودہ بچہ کالا ہے یا گورا، شقی ہے یا سعید وغیرہ، اس کا علم بھی اللہ ہی کو ہے۔

حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی علیہ الرحمہ موضح القرآن میں آیت کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جانتا ہے جو کچھ بیچ بچہ دانوں کے ہے، بیٹا یا بیٹی (۲)

اور علامہ جلال الدین محلیؒ تفسیر جلالین میں فرماتے ہیں:

''جانتا ہے جو کچھ رحم میں ہے یعنی لڑکا یا لڑکی۔ (۳)

علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ:

''جانتا ہے جو کچھ رحم میں ہے یعنی مذکر ہے یا مونث، تام ہے یا ناقص اور اس طرح اس کے دیگر احوال کو۔'' (۴)

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں:

---

(۱) ام الفضل کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسین کی ولادت سے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ فاطمہ کو لڑکا ہوگا۔ مشکوۃ:۸۷۲ (۲) موضح القرآن:۴۳۳ (۳) جلالین:۳۴۸

(۴) روح المعانی:۱۰۹/۲۱

”اور وہی جانتا ہے جو کچھ (لڑکا یا لڑکی حاملہ) کے رحم میں ہے۔(۱)

ان کے علاوہ دیگر مفسرین نے بھی اس کا یہی مطلب بیان کیا ہے اور اس آیت کے شان نزول سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، مگر حیرت ہے کہ مرزا حیرت دہلوی مرحوم نے محض اس بنا پر کہ اس معنی پر اشکال ہوتا ہے، اگلے مفسرین پر رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ آیت کا مطلب یہ نہیں، پھر دوسرا مطلب اپنی طرف سے بیان کیا ہے چنانچہ اپنے ترجمۂ قرآن کے حاشیہ پر نوٹ فرماتے ہیں:

”رہا تیسرا دعویٰ کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے، ذرا غور طلب ہے، اگر اس کے یہ معنی لیے جائیں کہ لڑکا یا لڑکی جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے تو بے شک اس میں دقت اٹھانی پڑے گی، کیونکہ ختن کے اطباء صرف نبض پر ہاتھ رکھ کر بتا دیتے ہیں کہ پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی، اور اس کا ثبوت پورا ہو چکا ہے، اور فی الواقع یہ کوئی بڑی بات نہ تھی، جس پر خدا تعالیٰ فخر کرتا کہ میرے سوائے کوئی نہیں جانتا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی نہیں جانتا کہ ارحام میں کیا ہے، یعنی یہ بچہ جو ایک ملکہ کے پیٹ میں آیا ہے، بھیک مانگے یا محل شوکت و عظمت کھو کے قید خانہ میں جان دے گا۔“

آگے چل کر فرماتے ہیں:

”اس آیت کے موزوں، سوا اس کے کوئی دوسرے معنی نہیں ہو سکتے۔“(۲)

میں کہتا ہوں کہ مرزا مرحوم کو اس تاویل کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ وہ یہاں آیت میں علم سے کیا مراد ہے، اس کو نہ سمجھے، ورنہ عام مفسرین کی تغلیط نہ کرتے پھر اطباء کا نبض پر ہاتھ رکھ کر پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی جان لینے سے کیا آیت پر کوئی اعتراض واقع ہوتا ہے؟ ہم نے اوپر تفصیل کے ساتھ عرض کیا ہے کہ یہاں مراد علم

---

(۱) بیان القرآن: ۸۱۰ (۲) (ترجمہ قرآن۔ مرزا حیرت: ۵۴۲۔۵۴۳

غیب و علم محیط ہے ، اور اطباء وڈاکٹروں کا علم نہ علم غیب ہے ، نہ محیط ، پھر آیت پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟ نیز حیرت مرحوم کا یہ کہنا کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ پیٹ میں بچہ کیا ہوگا یہ بھی نشانۂ اعتراض ونقد بن سکتا ہے۔ کیونکہ بعض نجومی اور کاہن بعض بچوں کے بارے میں پیشین گوئی کرتے ہیں اور وہ صحیح نکل آتی ہے تو پھر تیسرا مطلب تلاش کیا جائے گا؟ اس لیے صحیح بات وہ ہے جو ہم نے اوپر لکھی ہے۔

خلاصہ کلام

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اطباء اور ڈاکٹروں کا یہ جان لینا کہ رحم مادر میں کیا ہے ، آیت پر کوئی اعتراض وارد نہیں کرتا ، کیونکہ آیت اس بات کی مدعی ہے کہ سوائے اللہ کے کوئی اور ان چیزوں کا علم غیب اور علم محیط نہیں رکھتا ، جیسے تمام غیب کی باتوں کا علم اور عالم شہادت کی چیزوں کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔

اور یہ ایسا یقینی امر اور مبرم دعوی ہے ، جس میں کسی بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں نہ نبی وولی کے علوم سے اس میں شبہ کی گنجائش ہے ، نہ ڈاکٹر وسائنس داں کے علم سے ، پس آیت اپنی جگہ اٹل ہے۔

(والحمدللہ علی ذلک)

فقط

محمد شعیب اللہ